دوروزہ ورکشاپ-بین المذاہب وسماجی ہم آہنگی

منعقدہ 6,7 جنوری، 2017، مارگلہ ہوٹل، اسلام آباد

زیر اہتمام: ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان (ایچ ای سی) اور سیرت چیئر، یونیورسٹی آف پشاور

ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان (ایچ ای سی) اور سیرت چیئر، یونیورسٹی آف پشاور کے زیر اہتمام ۶،۷ جنوری ۲۰۱۷ کو اسلام آباد میں دوروزہ پر مبنی ایک قومی مشاورتی ورکشاپ منعقد ہوئی، جس کا عنوان Consultative Workshop on Interfaith and Communal Harmony تھا۔ بین المذاہب و سماجی ہم آہنگی کے لیے منعقدہ اس مشاورتی ورکشاپ میں ملک بھر کی جامعات اور اداروں کے چنیدہ عہدیداروں، اساتذہ، ماہرین اور محققین نے شرکت کی جن میں خورشید احمد ندیم، ڈاکٹر حسن الامین، ڈاکٹر فیروز شاہ کھگہ، عمار خان ناصر اور ڈاکٹر دوست محمد خان قابل ذکر ہیں۔

ورکشاپ کی افتتاحی تقریب کی صدارت ایچ ای سی کے چیئرمین جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار احمد نے کی جبکہ منصوبہ بندی اور ترقیات کے وفاقی وزیر جناب پروفیسر احسن اقبال اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔

ورکشاپ میں مندوبین کا خیر مقدم کرتے ہوئے افتتاحی کلمات میں سیرت چیئر، پشاور یونیورسٹی کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب نے دوروزہ مشاورتی اجلاس کا ایجنڈا اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کیے۔ وفاقی وزیر جناب پروفیسر احسن اقبال اور ایچ ای سی کے چیئرمین جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار احمد نے سیرت چیئرز کے قیام کا پس منظر بیان کیا اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے حکومتی عزم اور آئندہ پروگرام پر روشنی ڈالی۔

محترم احسن اقبال صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

”سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آج ایک اور پراجیکٹ جو کہ ہمارا خواب تھا یا ایک وژن تھا کہ اس پر کام کیا جائے، وہ حقیقت کا روپ دھار رہا ہے۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ امت مسلمہ اپنی ترکیب اور حقیقت میں بہت مختلف ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کیمسٹری دی ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ اس توانائی کی مانند ہے کہ جسے اگر کسی وجود سے نکال لیا جائے تو وہ پورا وجود ساقط ہوجاتا ہے اور وہ پورا وجود اپنا معنی کھو بیٹھتا ہے۔ دین اسلام کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سمجھنا ہوتو قرآن مجید کی اس آیت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا کہ میں اور میرے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو۔ اگر آپ اس آیت کے معنی پر غور کریں تو آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ خالق اور مالک اور اس کی تخلیق کے درمیان کبھی برابری نہیں ہو سکتی۔ جو کام مالک کے کرنے کے ہوتے ہیں وہ غلام نہیں کرتا، دونوں کا دائرہ کار مختلف ہوتا ہے اور جو رب کائنات ہے، جس ہستی نے تخلیق کیا، اس قوت اور ہستی کے مقابلے میں ہماری کیا مجال ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کسی عمل کی پیروی کرسکیں یا اس کو ہم دہرا سکیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا وہ عمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی عمل کے اندر اپنے مخلوق کو شریک کیا اور کہا کہ میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور تم بھی یہ عمل کرو۔ فقط یہ ایک نقطہ ہمیں یہ بات سمجھانے کے لیے کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان اور ان کا کیا مرتبہ ومقام ہے۔ اور اسی نقطے کو علامہ اقبال نے بہت سادہ لفظوں میں یوں بیان کیا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

آپ امت مسلمہ کی تاریخ پہ نظر ڈالیں کہ جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو درست سمجھ کر اور صحیح روح کے مطابق سمجھ کر عمل کرتے رہے تو دنیا میں ہمیں عروج حاصل رہا اور جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی شروع کی تو ہم زوال کی طرف جانے لگے اور ہمارا سفر بلندی سے پستی کی طرف تیزی سے رواں دواں ہوتا گیا۔ آج بھی جب ہم اپنی زبوں حالی کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک بات بہت واضح ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ہم نے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کردیا اور اسی بات کا نتیجہ ہے کہ ہمیں ہر طرف سے دنیا میں پستی کا سامنا ہے۔ آج اگر ہم نے اپنا مستقبل بنانا ہے اور دوبارہ خود کو اس مقام پر فائز کرنا ہے جو کہ ہمارا حق ہے تو ہمیں اپنی بنیادوں کو ٹھیک کرنا ہوگا اور ان بنیادوں میں مسلمانوں کے پاس ہدایت کے دو ہی ذرائع ہیں: یعنی قرآن وسنت، ہم نہ قرآن کو سمجھتے ہیں، اسی طرح ہماری زندگی قرآن کی ہدایت سے فارغ ہوگئی اور نہ ہی ہم سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جب ان دونوں ذرائع سے ہم ہٹ گئے تو پھر ہمارا وہی حال ہوگا جو آج ہے۔

اس پر جو ایک اور سانحہ ہوا کہ نائن الیون کے بعد مسلمان معاشرے دو رویوں کی زد میں آگئے۔ایک رویہ وہ جس نے ہمیں بہت معذرت خواہ کیا اور ہم سب اپنی شناخت، اپنی پہچان کے حوالے سے شرمندہ ہوگئے۔اگرچہ جو کچھ دنیا میں دہشت گردی کے نام پر ہوا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ ایک اقلیت ہے جو اپنے سیاسی ایجنڈوں کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتی ہے، ان کے ایجنڈے مذہبی نہیں ہیں وہ سیاسی ہیں اور ان سیاسی ایجنڈوں کے لیے انہوں نے مذہب کا نام استعمال کیا اور اسلام کو دنیا کے سامنے بدنام کیا۔لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم معاشروں کے اندر بھی ایک شرمساری کی کیفیت پیدا ہوگئی۔دوسری طرف مغرب سے بھی ایک یلغار ہوئی جس نے مسلمانوں کے ذاتی تشخص کو مزید دھکیل دیا۔

کہتے ہیں کہ کسی بھی وجود کے لیے بدترین بیماری یہ نہیں ہوتی کہ اسے کوئی عارضہ لاحق ہوجائے، بد ترین بیماری یہ ہوتی ہے کہ وہ احساس کے بحران میں مبتلا ہوجائے، وہ اپنے وجود کے احساس سے محروم ہوجائے۔پھر آپ کے پاس جتنی مرضی توانائی ہو، آپ کے پاس جتنے مرضی وسائل ہوں وہ سب بیکار ہوجاتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ رفتہ رفتہ ہمارے ممالک میں اور ہمارے معاشروں میں ایک احساس کا بحران پیدا ہوا ہے کہ ہم کون ہیں ؟ ہمارا وجود کیا ہے ؟ ہماری شناخت کیا ہے ؟ ہم ٹھیک راستے پہ ہیں کہ غلط راستے پہ؟ ٹھیک راستہ کیا ہے ؟ کون سا ٹھیک نہیں ہے ؟ یہ سب کچھ اتنا دھندلا گیا ہے کہ ایک یہ آواز اٹھنی شروع ہوگئی کہ جناب یہ مذہب تو ہے ہی فساد کا سبب۔ اس لیے ہمیں سیکولر پاکستان بنانا چاہیے۔پاکستان کو اگر بچانا ہے تو سیکولرازم کے ذریعے ہی ہم بچ سکتے ہیں اور اس میں اس مکالمے کو فروغ دینے میں بڑی حد تک ہماری اس مذہبی قیادت کا بھی دخل ہے کہ جنہوں نے مذہب کو آج کے اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کیا اور ان کا جو بیانیہ ہے ان کی جو گفتگو ہے، وہ اکیسویں صدی کے نوجوان یا اکیسویں صدی کے ذہن کو مطمئن نہیں کرسکتے۔وہ جو کتابیں پڑھ کر نوجوانوں سے مکالمہ شروع کرتے ہیں وہ غالباً گیارہویں، چودھویں، پندرہویں یا اٹھارہویں صدی کے لیے لکھی گئی تھیں جو اس دور کے لیے بہت مستند تھیں، لیکن اکیسویں صدی میں آج کے دور کے جو سوالات ہیں، ان کا وہ جواب نہیں دے پاتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو جدید نوجوان کا ذہن ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اسلام شاید میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکتا۔اور یہ ایک مذہب کی حد تک تو ٹھیک ہے، میرا اور میرے خدا کا معاملہ ہے لیکن اس سے باہر دیگر نظریات سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اور اس کی بڑی وجہ جیسے میں نے کہا کہ ہم نے اپنے مذہب اور سیرت النبیؐ کو آج کے حالات کے مطابق پیش نہیں کیا۔اس پر تحقیق نہیں کی۔حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایمان کا حصہ ہے، لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں میں لاٹھیاں پکڑ کر ہلڑ بازی کا لائسنس بنا دیا ہے کہ سڑکوں پہ جاؤ، جاکر سرکاری املاک کو توڑو، لوگوں کے املاک کو توڑو اور مار پیٹ کرو اور حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چیمپئن بن جاؤ۔یہ حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھیں، ان پر عمل کریں اور امت مسلمہ کو اس قیادت کے منصب پر فائز کریں جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا۔

اسی لیے ہم نے سوچا کہ جب ہم ایک وژن ۲۰۲۵ء کے تحت قوم کی تعمیر کے لیے مختلف کوششیں کر رہے ہیں، اس میں معیشت پر کام کررہے ہیں، توانائی پر کام کررہے ہیں، تو قوم کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی قومی ترقی کا حصہ بن جاتی ہے۔کسی قوم کی ترقی کو آپ صرف سڑکوں، نالیوں، شاہراہوں اور بجلی کے منصوبوں تک محدود نہیں کرسکتے۔ قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرتی جب تک کہ

اس کے وجود میں اس کی روحانی اور مادی دونوں صلاحیتیں شامل نہ ہوں۔ **اس مقصد کے لیے میں نے ہائیرایجوکیشن کمیشن کو کہا کہ ہمیں سیرت چیئرز (chairs) قائم کرنی چاہیے** کہ جو آج کے حالات کے مطابق جدید تقاضوں اور تحدیات کا مقابلہ کرنے کے لئے سیرت سے رہنمائی لیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہمیں ان سوالات کا جواب فراہم کریں جو آج کے جدید ذہن کے اندر پیدا ہورہے ہیں۔ جب تک ہمارے پاس وہ موتی ہیں، وہ خزانے ہیں کہ جنہیں اگر ہم انسانیت کے سامنے پیش کریں تو تمام دیگر مذاہب کے افراد دنگ رہ جائیں گے کہ ہمارے پاس کتنا خزانہ ہے۔ لیکن ہم اس پر نہ عمل کرتے ہیں اور نہ اس کو پیش کرتے ہیں۔ اس لئے بہت چن کر ان شعبوں کا انتخاب کیا گیا جن پر ہمیں آج کام کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ بین المذاہب وبین المسالک ہم آہنگی کی چیئر (chair) پشاور یونیورسٹی میں قائم ہوگئی ہے۔اس کی ضرورت کیوں ہے، اس لیے کہ ہم عالمی شہری ہیں۔پہلے آپ ایک اپنے گاؤں میں، اپنے شہر میں، اپنے ملک میں رہ رہے تھے۔تو آپ کا واسطہ کسی اور سے نہیں پڑتا تھا، ہر طرف جدھر دیکھو ادھر تو ہی تو ہے، یعنی ہر طرف اپنے جیسے لوگ تھے۔لیکن اب جدید ٹیکنالوجی سے مزین عالمی معیشت کے اندر جب ہم جاتے ہیں تو وہاں کسی شہر کی، اور صوبے کی یا ملک کی سرحد نہیں ہوتی، وہاں سب لوگ عالمی شہری ہیں۔ کچھ پتہ نہیں کہ آپ کے سامنے کون کیسا بیٹھا ہو۔ کچھ پتہ نہیں آپ کے سامنے کوئی عورت امریکہ سے ہے یا چائنہ سے ہے، یا کوئی ہوائی سے بیٹھا ہو یا افریقہ سے بیٹھا ہو، اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہوسکتا ہے۔تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گلوبل اکانومی میں ہمیں اپنے بارے میں، اپنے وجود کے بارے میں، دوسروں کے بارے میں بھی معلومات ہونی چاہئیں۔ اور دوسرے مذاہب سے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر اس دنیا کو بہتر جگہ بنانے کے لیے اپنے ملک کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے ہمارے پاس صلاحیت اور پلیٹ فارم بھی ہونا چاہیے۔

سب سے پہلے تو اپنے ملک کو دیکھ لیجئے کہ ہم نے اس کا کیا حال کیا ہے۔پہلے مذاہب کے جھگڑے ہوتے تھے اب مذاہب کے اندر فِرق درفِرق ہوگئے۔ہم تقسیم در تقسیم کی جس دلدل میں مبتلا ہوگئے ہیں اس نے ہمیں منتشر کردیا۔ ایک جنگل کا ہجوم بنادیا ہے۔اسے ہم نے اکٹھا یکجا کرنا ہے چنانچہ کسی قوم کی ترقی کے لئے امن اور داخلی استحکام اور بھائی چارہ ضروری ہوتا ہے۔ریاستِ مدینہ میں جب میثاق مدینہ ہوا جو شاید دور جدید کا پہلا آئین تھا، اس میں یہ بات تحریر کی گئی، یہ بات تسلیم کی گئی کہ ہروہ شخص جو مدینہ کا شہری ہے، چاہے وہ مسلمان ہے، چاہے وہ یہودی ہے، چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہے، وہ ایک قوم ہے۔ ایک امت صرف مسلمانوں کی نہیں تھی۔ اس کے اندر ہر وہ شخص تھا جو اس ریاست کے آئین کا پیروکار تھا۔ لہذا اس میں کوئی امتیاز نہیں تھا اور یہ کہا گیا کہ ہروہ شخص جو اس کے اندر شامل ہے اس کی جائیداد، اس کی جان کی حرمت ویسی ہی ہے جیسے کسی مسلمان کی ہے۔یہ ایک قومی ریاست کا تصور تھا، جس میں مختلف مذاہب اور مختلف عقائد کے لوگ ایک وجود بن کر رہ سکتے ہیں۔ اسے میثاق مدینہ کی صورت میں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ آج ہم اس کے مقابلے میں کہاں کھڑے ہیں۔

میں آپ کو دکھ سے کہتا ہوں کہ آج ہماری فطری پستی کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ میں اپنے حلقے میں مسیحی آبادی کے ساتھ یکجہتی کے لئے ان کے کرسمس کی تقاریب میں شریک ہوا اور میں نے اس کو فیس بک پر تشہیر کیا تو مجھے کئی لوگوں سے بڑا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا آپ کافر ہوگئے ہیں گرجے میں جاتے ہیں۔ میں نے کہا وہ میں کیسے ہوگیا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی نہیں ہیں؟ ان کے یوم پیدائش پر مجھے بھی ایسی خوشی ہے جیسے عیسائیوں کو خوشی ہے۔ اور اگر میں کسی دوسرے مذہب کی تقریب میں ان سے یکجہتی کے لئے جاتا ہوں تو یہ مطلب تو نہیں کہ میں نے ان کا کلمہ پڑھ لیا ہے، یہ تو ایک آپس کے بھائی چارے کی روح ہے کہ ہم ایک دوسرے کا احترام کریں اپنا عقیدہ چھوڑو نا اور دوسرے کا چھیڑو نا۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنے پر بھی ہم نے کفر کی لائینیں لگادیں ہیں۔ پستی کا یہ عالم ہوگیا ہے۔ حالانکہ ہم میثاق مدینہ میں یہ کہہ رہے تھے کہ تمام مذاہب کے جو لوگ ہیں وہ ایک قوم ہے، ایک وجود ہے، ایک جسم ہے۔ تو اس لئے بے حد ضروری ہے کہ ان چیزوں کو اجاگر کریں اور ان غلط تصورات کو صاف کریں جو ہمارے معاشرے میں پیدا ہوئے ہیں اور جن سے ہم تقسیم در تقسیم اور نفرتوں میں مبتلا گئے۔ اسلام نفرت کا مذہب نہیں ہے، یہ تو محبت کا مذہب ہے اس لیے بین المذاہب ہم آہنگی آج کے دور کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے پاکستان کو ترقی دینی ہے تو ہمیں ایک ایسا وجود بنا ہے کہ جس میں کوئی ایک سوئی بھی نہ گزار سکے۔ چاہے کسی نام، نسل کے لوگ ہوں اس حوالے سے آپس میں ایک دوسرے کو سمجھنا اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر سگالی سے رہنا ہے۔

اس لئے میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ اگر ہم بین المذاہب ہم آہنگی کی ورکشاپ کررہے ہیں اور آج یہاں مسلمان اسکالرز موجود ہیں تو ہمیں دیگر مذاہب کے علماء کرام اور قائدین کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ بین المذاہب ہم آہنگی تو تب ہوگی جب دوسرے مذاہب کے لوگ بھی مکالمے میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔ اگر یہ دو دن کی کانفرنس ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ کل آپ دیگر مذاہب کے افراد کو بھی شامل کرلیں گے تاکہ آپس میں ہم بیٹھ کر یہ دیکھ سکیں کہ جو قرآن کی تعلیم ہے کہ آپس میں مکالمہ اس چیز سے کرو جو تمہارے درمیان متفق ہے، بہت ساری چیزوں پر اتفاق ہے، لیکن ہم فرد سے شروع کرتے ہیں۔ جب آپ فرد سے شروع کرتے ہیں تو پھر تقسیم ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا آپ مشترکیات سے شروع کریں کہ اگر ہم اہل کتاب ہیں ہم ایک خدا، وہ تو مشترک ہی ہے اور ہم کچھ ضابطہ اخلاق پر یقین رکھتے ہیں۔ اخلاقیات پر یقین رکھتے ہیں۔ کس قسم کا ہم کردار دیکھنا چاہیے ہیں تو جو مشترکیات ہیں ان کو اپنے سامنے رکھیں اور اسی پر ارتکاز کریں تو آپس میں بھائی چارہ ہوگا۔

یہ ایک بہت اہم سنٹر ہے جس میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر جاننا چاہتے ہیں کہ مدینہ کے اندر جب ریاست بنی تو آپؐ نے دوسرے مذاہب کے ساتھ بھائی چارے کا جو نمونہ پیش کیا تو کس طرح آپؐ ان سے برتاؤ کرتے تھے اس حوالے سے کس طرح کی آپؐ کی تعلیمات ہیں تو ہم بھی اسی روح کو کیسے آج اپنے معاشرے میں نافذ کرسکتے ہیں۔ اور دنیا کو یہ بتاسکیں کہ اسلام ایک امن کا مذہب ہے۔ اور یہ دوسرے مذاہب، دیگر جو نظریات ہیں، ان کے ساتھ کیسے بیک وقت رہ سکتا ہے۔ اس سے بہت ساری غلط فہمیاں دور ہوسکیں گی۔

اسی طرح ایک چیئر (chair) علم و تعلیم پر کام کرے گی۔ دین اسلام وہ مذہب ہے کہ جس کی بنیاد اقراء پر رکھی گئی۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا معجزہ دیا گیا آپؐ کو بھی اللہ پاک کہہ سکتے تھے کہ کسی مردہ کو زندہ کردو یا آپؐ اشارہ فرماتے کہ ایک آسمان سے ستارہ زمین پر آگرے، کوئی عمارت بن جاتی، کچھ بھی ہو سکتا تھا لیکن آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں علم کا معجزہ دیا، جو اس بات کی علامت تھا کہ آپؐ کے عہد علم میں انسانیت داخل ہوگئی ہے۔جب تک ہم نے اس علم کی بنیاد کو تھامے رکھا تو ہم دنیا میں سرفراز تھے، ہم نے علم کے اس ماڈل کو ہی بھلا دیا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں نافذ کیا تھا۔ دنیا میں اگر آج آپ علم کے حوالے سے معاشروں کا اشاریہ بنائیں تو تعلیم کے حوالے سے مسلمان سب سے پیچھے ہیں۔ یہ حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والوں کو ناگوار نہیں گزرتا جو لاٹھیاں لے کر سڑکوں پر نکل جاتے ہیں۔ بھائی اگر حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس میں تحریک چلاؤ کہ مسلمانوں سے جہالت ختم کریں یہ حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ دوسرے لوگ سائنس میں جب نوبیل پرائز حاصل کررہے تھے تو تم لوگوں نے کیوں نہیں لیا ؟ تمہاری عقل پر کیوں تالے پڑگئے تھے ؟ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کہا کہ یہ کائنات کے مظاہر دیکھو، ان کا مشاہدہ کرو اور ان پر غور وفکر کرو کیوں کہ اس میں بصارت والوں کے لئے اور عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ چاند ستارے، سورج، سمندر ان سب پر تحقیق کرو۔ سورج، چاند، ستارے تمہارے لئے مسخر کردیے۔ کیوں ناسا کا جہاز اڑ کر چاند پر اور مریخ پر چلا جاتا ہے؟ لیکن کسی مسلمان ملک کو یہ توفیق نہیں کہ وہ بھی تسخیر کائنات کرے۔ یہ تو ہمیں کہا گیا تھا۔ یہ علم کی پستی کیا توہین رسالت کے زمرے

میں نہیں آتی؟ کیا بحیثیت قوم ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے روگردانی نہیں کررہے کہ سب سے زیادہ ہمارے بچے سکولوں سے باہر ہیں۔ دنیا کا کوئی بڑا جریدہ اٹھالیں اس میں کسی مسلمان محقق کا مقالہ نہیں ملتا۔ اصلی تحقیق کرنے سے ہماری جان جاتی ہے۔ یہ چیزیں میں سمجھتا ہوں کہ بہت ضروری ہیں بہت سوچنے کی ہیں۔ ہمارے ہاں علم و تعلیم کی کیا اہمیت ہے؟ ہم کس طرح تعلیم اور علم کے اندر دنیا کی نمبرون قوم بن جائیں۔ کیوں نہیں آج وہ ابن الہیثم پیدا ہوتا؟ کیوں نہیں آج ابن سینا پیدا ہوتا؟ کیوں نہیں آج خوارزمی پیدا ہوتا؟ جب تک مسلمانوں میں علم طبعیات، علم الکیمیا، علم بصریات، علم ادویات اور روبوٹس کے موجد پیدا ہوتے تھے ہم دنیا میں بالادست تھے۔ لیکن یہ آپ کبھی نہیں سنیں گے کہ کسی مسجد کے خطبے میں کوئی ہمارے عالم صاحب یہ بتائیں کہ جو مسلمان جاہل ہے اس کا ایمان ادھورا ہے، نامکمل ہے۔ اگر آپ ناخواندہ ہیں تو آپ کا ایمان مکمل نہیں ہے، کیونکہ جو مسلمان قرآن ہی نہیں پڑھ سکتا اس کا ایمان کیسے مکمل ہوگا۔ جو ہماری بنیادی کتاب ہے تو ہمارے ایمان کی تکمیل میں خواندگی ایک بنیادی اہمیت رکھتی ہے لیکن یہ ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ لہٰذا تعلیم و علم ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے۔

نائن الیون کے بعد دنیا میں تحقیق ہوئی اور امریکہ میں ایک ڈاکومینٹری بنی کہ یہ اسلام کیسے پھیلا؟ آگ کی طرح پھیل گیا، یہ دو گھنٹے کی ڈاکومینٹری تھی جو اس وقت نشر ہوئی اور بہت مشہور ہوئی۔ اس کا نچوڑ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیمات کی صورت میں جس سماجی عدل کا وژن دیا تھا پوری دنیا کے پاس اس وقت اس کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ لہذا یہ پیغام آگ کی طرح پھیل گیا۔ چونکہ انسانیت کو اتنا اچھا سماجی انصاف پر مبنی نظام کی دور دور تک کوئی جھلک نظر نہیں آتی تھی۔ دین اسلام کے پھیلنے میں ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ ہم نے سماجی انصاف کا جو تصور پیش کیا وہ بے نظیر تھا اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ آج وہ سماجی انصاف ہمارے پاس کہاں ہے ؟ ہمارے ملک کے اندر ہمارے معاشروں کے اندر ہم کس انداز میں غریب نادار کا ہاتھ تھامتے ہیں، کس طرح ان کو اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ سماجی ناہمواری کو کس طرح دور کرتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی ان چیزوں پر غور کیا ہے کہ یہ بھی اسلام کی

تعلیمات ہیں۔ جب کہ مغربی ممالک میں سماجی بہبود کے ان تمام تصورات پر، جن کو دور خلفائے راشدین میں جاری کیا گیا، آج عمل ہو رہا ہے۔ سماجی بہبود کی وہ تمام اسکیمیں، جو خلفائے راشدین نے جاری کیں، وہ مغربی ممالک میں آپ کو نظر آتی ہیں لیکن ہم نے وہ میراث چھوڑ دی تو اس لئے ہمیں چاہیے کہ سماجی بہبود اور انصاف کو دوبارہ زندہ کریں اور آج کے دور کے تقاضوں سے اس کو دوبارہ ہم آہنگ کریں اور نافذ کریں۔

تیسری چیئر (chair) انسانی حقوق اور سماجی انصاف کی ہے۔ جو منشور ہمیں اسلام نے پیش کیا۔ جو آخری خطبے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انسانی حقوق کا کردار پیش کیا، پوری دنیا میں جو قانون کی درسگاہیں ہیں، ان میں سمجھا جاتا ہے کہ بہترین انسانی حقوق کا منشور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں پیش کیا۔ لیکن آج ہمارے ممالک اور معاشروں میں انسانی حقوق کی کیا قدر ومنزلت ہے اور کس حد تک ان کی پامالی ہو رہی ہے۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ ہم کس طرح دوبارہ سیرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی حقوق کے حوالے سے، جو ان کی تعلیمات ہیں، ان کا احاطہ کرسکتے ہیں۔

ایک چیئر (chair) لیڈرشپ اور طرزِ حکمرانی پر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے لیڈرشپ کے نمونہ کو سیکھیں کہ کیسے انہوں نے نامساعد حالات کے اندر، دشمنوں کے ہوتے ہوئے کس حکمت عملی کو اختیار کیا، کس طرح اپنی ٹیم کو تیار کیا، کس طرح اپنی کامیابی کو اداراتی صورت دی۔ ان کے کیا حکمت بھرے اقدامات تھے جس سے کامیاب لیڈرشپ کے نمونے کا تصور سامنے آتا ہے۔ ہم ایک عقیدت کے طور پر سیرت پر تو سر دھنتے ہیں، وہ ہم سب کا ایمان ہے کہ ہمیں احترام کرنا چاہیئے۔ لیکن ہم نے کبھی بھی اس سیرت کو لیڈر شپ کے اسباق میں ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے حضرت ابو بکرؓ کا ایک واقعہ پڑھا، کہ ایک صحابی تھے جو غالباً نابینا تھے اور جسمانی طور پر بہت کمزور سے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ دل میں خیال آیا کہ ان کی دیکھ بھال کے لئے میں کوئی بندوبست کروں تو وہ جب بھی ان کے گھر کی صفائی کرنے یا خدمت کے لئے جاتے تھے تو پتہ لگتا تھا کہ پہلے سے کوئی کر گیا ہے۔ انہوں نے اپنا وقت تبدیل کرنا شروع کیا کہ میں گھنٹہ پہلے آؤں، دو گھنٹے پہلے آؤں، تین گھنٹہ پہلے آؤں، اتنا پہلے آؤں کہ پتہ تو چلے کہ کون ہے ؟ ایک دن جب انہوں نے دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ، صبح صبح آتے اور وہ سارا جھاڑ پونچھ کر کے ان کے گھر کو صاف کر کے چلے جاتے۔ اب میں سوچ میں تھا کہ دیکھئے وہ سب سے زیادہ پر آشوب دور ہے کہ جہاں فتنے کھڑے ہو رہے ہیں اور جو خلیفہ ہے ان کو کتنے محاذوں پہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور انہوں نے اس حد تک گنجائش پیدا کی ہے کہ جہاں وہ اپنا ایک انفرادی عمل بھی کر رہے ہیں جو اپنے لیے وہ ایک خدمت سمجھتے تھے، تو ان کی جو نجی مصروفیات تھیں اس میں بھی اور عوامی مصروفیات میں بھی لوگوں کی خدمت کے لیے وقت نکالتے تھے۔ کیسے وہ اتنا وقت نکالتے تھے۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ اور اس دور میں ان کی عوامی خدمات میں بھی کسی قسم کا کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ ان کی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے ایک بہترین تقسیم نکالی کہ غالباً دس یا بارہ انہوں نے گورنر تعینات کر دیئے اور بہترین لوگوں کو آگے تعینات کر دیا۔ تو ایک ٹیم اور لیڈرشپ کے حوالے سے اختیارات کی تقسیم کا ماڈل سامنے آیا کہ جب آپ اپنے کام کو تقسیم کریں اور اچھی ٹیم منتخب کریں تو یقیناً لیڈر کے پاس گنجائش نکل آتی ہے کہ وہ کچھ وقت اپنی ترجیحات کے لئے مقرر کرسکتا ہے۔ لیکن کیا ہم نے کبھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زندگی کو اس حوالے سے بھی پڑھا ہے کہ ان کی لیڈرشپ کے کیا اصول تھے جن کے مطابق وہ کامیاب ہوئے، کبھی کسی نے کسی کتاب میں یہ واقعات ہوتے دیکھے؟ لیکن ایک عقیدت کی کہانی کے طور پر ضرور ہم سب واقعات پڑھتے ہیں تو جو لیڈرشپ کے اصول جنہوں نے ہمیں کامیابی دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے وہ کیا اصول ہیں، جو ہم اپنی زندگی میں لاسکتے ہیں، اس کے اوپر تحقیق ہو تاکہ ایک لیڈرشپ کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش آئے۔

ایک چیئر (chair) پائیدار ترقی کے حوالے سے ہے۔ سب سے بڑی ماہر ماحولیات شخصیت دنیا میں آپ کہہ سکتے ہیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جنہوں نے ایک بیج لگانے کی بات کی۔ یہاں تک میں نے پڑھا تھا کہ اگر قیامت بھی آجائے اور تمہارے ہاتھ میں بیج ہو تو وہ بھی اس وقت ہریالی کے لیے اور شجرکاری کے لئے لگادو، اور ہدایت کی کہ اگر دریا کے اوپر بیٹھ کر بھی وضو کر رہے ہو تو اس وقت بھی پانی کو بچاؤ، ایک قطرہ بھی ضائع نہ کرو، شجرکاری کے حوالے سے جنگ کے اندر ہدایات دیں کہ کسی درخت کو خراب نہیں کرنا۔ ہم نے ان تعلیمات کو آج کے لئے اپنے اسلام آباد شہر کے اندر اپنے سامنے مدنظر رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ ایک قطرہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں اس بات کا کچھ احساس نہیں ہے۔ پائیدار ترقی آج سب سے بڑا مسئلہ کیوں بن گیا ہے کہ ہم اس دنیا کے وسائل کو بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ اور یہ سوچے بغیر کہ آنے والی نسلوں کا ان وسائل کے اوپر بھی حق ہے تو اگر آج پائیدار ترقی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں، ان پر ہم عمل کریں تو ہم ایک ذمہ دار شہری بن سکتے ہیں اور ماحولیات کے حوالے سے جو تعلیمات ہیں ان کی آج کی زندگی سے کیا واسطہ ہے، ان کو مرتب کیا جائے۔

ایک چیئر (chair) کاروباری تجارت اور حقوق جائیداد پر ہے۔ میں جب امریکہ میں تھا تو بڑا پریشان ہوتا تھا کہ جس دکان پر جاؤں کتاب یا چیز واپس کروں تو خوشی سے رقم کی واپسی ہو جاتی ہے اور رسید بھی نہیں مانگتے۔ چاہے خریداری میں ایک مہینہ گزر جائے۔ آپ میں سے جو حضرات بیرون ملک رہے ہیں ان کو پتہ ہو گا کہ چیزیں واپس کرتے ہوئے کبھی کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اور ہمارے ہاں آئیں تو اپنی دکان کے نام سے بڑا نوٹس پہ لکھا ہوتا ہے کہ فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں کیا جائے گا۔ میں بڑا پریشان تھا کہ اس سے تو ان کو خسارہ پڑتا ہو گا۔ میں نے ایک حدیث پڑھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دکاندار جو خوشی سے فروخت کیا ہوا مال واپس لیتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اسے ایک ایسا محل دیں گے جو ایسی موتی سے بنا ہو گا جس کا کوئی جوڑ نہیں ہو گا۔ ایک صحابی جو تجارت کرتے تھے انہوں نے اپنی تجارت بند کی اور دکان کھول لی کہ میں نے یہ اجر لینا ہے کافی دنوں کے بعد ایک گاہک آیا کہ حضرت میں نے یہ آپ سے سودا لیا تھا یہ واپس کرنا ہے، کہا اچھا لاؤ، ٹھیک ہے، چادر بچھاؤ، کھانا لاؤ، پیسے تمہارے یہ ہیں لیکن میں تو اس سے تمہاری خدمت کر رہا ہوں کہ میں نے تمہارا اجر لینے کے لئے یہ دکان کھولی تھی۔ دیکھیں یہ کردار تھے کہ جنہوں نے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ **اسی طرح اسلام آباد میں ایک صاحب تھے ان سے کسی مجمع میں یہ حدیث پوچھی تو انہوں نے کہا آپ کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے میرے بیٹے بڑے سخت تھے، اس کی سپر مارکیٹ میں شوز کی دکان تھی تو میں نے کہا جھگڑا نہ کیا کرو اگر کوئی شخص مال واپس کرتا ہے تو لے لیا کرو۔ کہتا ہے جب سے ہم نے رقم کی واپسی کی آزاد پالیسی بنائی پتہ نہیں پچاس گنا سے ستر گنا فروخت بڑھ گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ اب خواتین آتی ہیں تو جو جوتیاں پسند آتی ہیں یا نہیں آتیں وہ ایک خیال سے لے جاتی ہیں کہ میں آپ کو گھر سے پسند کر کے ایک واپس کر جاؤں گی۔ وہ جب گھر دونوں لے جاتی ہیں تو پھر واپس نہیں کرتیں تو انہوں نے کہا کہ یہ رقم کی واپسی کی انشورنس ہے اس نے ہماری فروخت زیادہ کر دی ہے۔ یہ کامیاب کاروبار کا راستہ ہے۔ لیکن ہم بخیل کتنے ہیں جی کہ فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کاروباری طریقے تجارت میں اختیار کیے، جو ہمیں سمجھائے، کیا ہم نے ان کو اختیار کیا ہے کہ خوش اخلاقی سے اپنے گاہک کو ملو کیونکہ مسلمان کا مسکرانا بھی صدقہ ہے۔**

بیرونی ممالک میں گاہکوں کو بہترین سہولیات فراہم کرنے پر بھاری رقوم خرچ کی جاتی ہیں کہ کمپنی کے ملازمین کیسے خوش اخلاقی سے اپنے گاہکوں سے پیش آئیں جس سے ان کی کمپنی کا برانڈ مقبول ہو۔ اگر آپ دیکھیں تو بہترین معیار کو برقرار رکھنے کے سارے اصول ہمارے پاس موجود ہیں۔ میں نے ایک استاد کو جب کہا کہ بہترین معیار کو برقرار رکھنے کے تصور کو جاپانیوں نے بڑا اچھا استعمال کیا۔ آپ بھی کیا کریں تو انہوں نے کہا کہ اہل جاپان کر سکتے ہیں مگر ہم نہیں تو میں نے کہا کہ ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن وہ ہے کہ جس کا آنے والا دن اس کے گزشتہ دن سے بہتر ہو۔“

افتتاحی تقریب کے بعد اجلاس کے شرکاء کو تین گروپس میں تقسیم کیا گیا اور بین المذاہب اور سماجی ہم آہنگی کے مسائل پر تین مختلف بنیادوں سماجی-ثقافتی، سماجی-معاشی اور سماجی-سیاسی (Socio Cultural, Socio Economical, Socio Political) پر غور وخوض اور مشاورت کی گئی۔ مختلف النوع مسائل پر ان تین گروپس کے مشاورتی نکات کو جمع کیا گیا اور ورکشاپ کی اختتامی اور مشترکہ نشست میں پاکستان میں مذہبی و سماجی ہم آہنگی کو درپیش مسائل اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل نیز قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس حوالے سے اشتراک عمل کے امکانات پر تحقیق کے لیے موضوعات اور ان کے فروغ کے لیے حکمت عملی پر تجاویز اور سفارشات مرتب کر کے ایچ ای سی کے سیرت چیئرز کے عہدیداروں اور اجلاس کے منتظمین کے حوالے کر دی گئیں۔

تقریب کے اختتام میں سینٹ آف پاکستان کے رکن جناب سینیٹر عثمان کاکڑ نے خطاب کیا اور قومی اور عالمی حالات کے تناظر میں مذہبی ہم آہنگی کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی۔

ورکشاپ کے شرکاء نے غور وخوض اور مشاورت کے بعد درج ذیل موضوعات برائے تحقیق تجویز کیے۔

تجویز کردہ موضوعات برائے تحقیق

۱. نصاب سازی میں مصروف مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کا تذکرہ وشمولیت
۲. معاشی، سیاسی اور تہذیبی معاملات میں خواتین کا کردار اور ان کی ذمہ داریاں، معروف مذاہب میں موجود تعلیمات کی روشنی میں
۳. اسلام میں رسم ورواج اور دیگر مذاہب کی ثقافتی اقدار، مختلف علاقہ جات ومذاہب کے تناظر میں
۴. ہجرت حبشہ کے دوران قیام پذیر مسلمانوں کی کامیاب زندگی کا پس منظر (سماجی، معاشی، اور معاشرتی حوالے سے جائزہ) عصر حاضر میں مسلم اقلیتوں کے لیے ماڈل
۵. غیر مسلم اقلیت کے ساتھ تعامل، رویے اور مسائل (پاکستانی معاشرت کے تناظر میں)
۶. مکی عہد میں مسلمانوں کی معاشی، سماجی اور مذہبی مشکلات اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی
۷. پاکستان میں غیر مسلموں کے لیے موجود قوانین کا تجزیاتی مطالعہ
۸. ریاست مدینہ میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانون کا انفرادی واجتماعیت تعامل؛ عصر حاضر میں تطبیق
۹. غیر مسلموں کی مذہبی وسماجی تقریبات میں شرکت، حدود وآداب
۱۰. بین المذاہب سماجی ہم آہنگی کے لیے " وثائق سیاسیہ " کا کردار

١١. مکی عہد نبویؐ میں مسلم و غیر مسلم سماجی تعلقات

١٢. حبشہ میں مسلم مسیحیت تعامل

١٣. سیرت نبویﷺ میں متعلقہ فریقوں کو نظمِ اجتماعی میں لانے کے لیے مشاورت کا حصہ بنانا
یعنی: سیرت نبویؐ میں اجتماعی مشاورت اور اس کے اثرات

١٤. سیرت نبویؐ میں رائے عامہ کی رعایت اور سماجی ارتباط میں اس کی اہمیت

١٥. رسول اللہﷺ کی شخصیت کے سماجی پہلو کا تعارف

١٦. سیرت نبویؐ میں دیگر مذاہب کے جذبات و احساسات کی رعایت

١٧. دینی و اجتماعی اہداف کے حصول میں غیر مسلموں کا تعاون و استفادہ

١٨. معاشرتی تنازعات کے حل کی نبویؐ حکمت عملی

١٩. سماجی تقسیمات کے لیے نبوی مناہجِ اصلاح

٢٠. قبائلی معاشرت کی قومی تشکیل کی نبویؐ حکمت عملی

٢١. محروم معاشرتی طبقات کی معیار زندگی بہتر بنانے کا نبویؐ اسلوب اور سماجی ہم آہنگی میں اس کا کردار

٢٢. مذہبی مخاصمت سے نبرد آزما ہونے کی نبویؐ حکمت عملی

٢٣. عہد صحابہ میں غیر مسلموں سے سماجی روابط

٢٤. عہد نبویؐ و عہد صحابہ کی معاشی سرگرمیوں میں دیگر مذاہب سے تعامل

٢٥. فقہ السیرہ کی بطور ڈسپلن تشکیل

٢٦. تکریم انسانیت سیرت النبیﷺ کی روشنی میں

٢٧. دین اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض

٢٨. اقلیتوں کے ساتھ سماجی روابط سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

٢٩. غیر مسلموں کی مذہبی آزادی سیرۃ رسولؐ کی روشنی میں

٣٠. دین اسلام کے معاشی مساوات کے اصول اور سماجی ہم آہنگی میں اس کا کردار

٣١. اصول سیاست میثاق مدینہ کی روشنی میں

٣٢. اصول دفاع سیرت الرسولؐ کی روشنی میں

٣٣. ریاست اور رعایا کے درمیان تعلقات کے اصول خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں، سماجی ہم آہنگی کے حوالے سے

٣٤. عہد رسالت میں مسلم اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کی نوعیت: مکالمہ بین المذاہب اور سماجی ہم آہنگی میں ان کا کردار

٣٥. عہد خلفاء راشدین میں مسلم اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات: مکالمہ بین المذاہب اور سماجی ہم آہنگی میں ان کا کردار

٣٦. غیر مسلموں کے بارے میں ان کے تحفظات جاننے کے لیے سروے کرنا / کروانا

٣٧. رسول اللہﷺ ماضی قریب اور عصر حاضر کے مفکرین اور دانشوروں کی نظر میں (بطور مثال کیرن آرم سٹرانگ وغیرہ)

٣٨. غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے لیے مکی دور بطور طرز حیات (ہجرت حبشہ بطور منہج)

٣٩. غیر مسلموں کے تعلقات رواداری پر مبنی فقہی احکامات کی تدوین

٤٠. مکالمہ بین المذاہب پر کی گئی تحقیقی کتب- جرائد اور تحقیقی مقالے (جمع و تدوین)

٤١. مکالمہ بین المذاہب سے متعلق کتب کا انگریزی / عربی سے اردو میں ترجمہ کرنا اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کروانا۔

٤٢. حالت جنگ میں غیر محاربین کے حقوق کا تحفظ

۴۳. دیگر مذاہب گاہوں کا تحفظ
۴۴. تصور رحمۃ للعالمین کا احیاء
۴۵. بین الاقوامی تعلقات: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں
۴۶. Case Studies کروانا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مذہبی عدم رواداری میں اصل اسباب کو سامنے لایا جائے۔
۴۷. (بطور مثال رمشاء مسیح کیس۔یوحنا آزاد)
۴۸. غیر مسلم ممالک / غیر مسلموں میں حصول تعلیم: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں
۴۹. اردو زبان میں تقابل ادیان کے ادب کا تنقیدی مطالعہ
۵۰. غیر مسلموں کے مذہبی تہوار ورسوم فقہ السیرہ کی روشنی میں
۵۱. حبشہ کے معاشرے میں مسلمان بحیثیت اقلیت
۵۲. تعلیمی نصاب میں موجود تعصبانہ مواد کا تحقیقی جائزہ
۵۳. سیرت النبی ﷺ کا سماجی / معاشرتی مطالعہ
۵۴. ریاست مدینہ بطور نیشنل اسٹیٹ۔ایک مطالعہ (مسلم اور غیر مسلم شہریوں کی اجتماعیت کا خصوصی مطالعہ)
۵۵. رسول اللہ ﷺ کی تعلیماتِ قومی وملی
۵۶. سیرت کی روشنی میں جنگی تعلیمات واخلاقیات کا مطالعہ
۵۷. قیدیوں کے حقوق کا سیرت کی روشنی میں جائزہ
۵۸. غیر مسلم اقلیتوں کی مذہبی آزادی، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں
۵۹. رائے عامہ کی اہمیت سیرت کی روشنی میں
۶۰. حکمرانوں کے خلاف خروج کے حوالے سے تعلیمات نبویؐ کا جائزہ
۶۱. جہاد کے احکامات اور تعلیماتِ نبویؐ کا مطالعہ (قتال ریاست کی ذمہ داری ہے، ایک جائزہ لینا)
۶۲. غیر مسلموں کی خامیاں اور بُری صفات بتانے والی آیات واحادیث کا جائزہ (معلوم کرنا کہ وقتی طور پر یہ کیفیت بیان کی گئی کہ غیر مسلم ہمارے خیر خواہ نہیں ہوسکتے)۔
۶۳. رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کی سماجی فلاح وبہبود کے اقدامات کا جائزہ
۶۴. حکمرانوں کے حقوق وفرائض اور ذمہ داریوں کا جائزہ سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں
۶۵. سیرت نبویہؐ میں معاہد کے قوانین کا جدید مغربی ممالک میں اقلیتوں کے قوانین سے تقابلی مطالعہ
۶۶. اکثریت کا اقلیت سے تعامل۔ بین الاقوامی مطالعہ
۶۷. معاشرتی مسائل میں رہنمائی کے لیے سیرت نبویہؐ کا اختصاصی مطالعہ
۶۸. معاہدات نبویہؐ کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی ومخاصمت کے رہنما اصول وضوابط (یہود۔نصاریٰ۔مشرکین)
۶۹. دیگر مذاہب کے ساتھ سماجی تعلقات / سماجی رویے (تعامل نبویؐ) (تعامل صحابہ)
۷۰. مذاہب عالم کے مشترکات مذہبی (عبادات) سماجی (رسومات / تہوار)
۷۱. مذاہب عالم کے مقدسات کی تحریم ورعایت (شخصیات / مقامات / کتب / تہوار ورسومات)
۷۲. غیر مسلموں کا مطالعہ سیرت (نثر ونعت) بین المذاہب ہم آہنگی اور مخاصمت کے تناظر میں
۷۳. اہل الذمہ کے لیے سیرتِ طیبہؐ اور خلفائے راشدین کا مطالعہ
۷۴. "وھم صاغرون" کی تفسیر کا تحقیقی مطالعہ (سیرت طیبہ کی روشنی میں، تعامل نبوی وتعامل صحابہ)

۷۵. مسلمانوں کی اصطلاحاتِ دار (دارالحرب، دارالاسلام، دارالعہد، دارالدعوہ) سماجی مطالعہ کی روشنی میں

۷۶. "مواساۃ" کی اصطلاح (نبوی ماڈل کا مطالعہ اور عہد حاضر میں اس معنویت)

۷۷. اسلامی ریاست میں بین المذاہب ہم آہنگی کی مثالیں (انتظامی، دفاع، عدالت و قضاء، مالیات)

۷۸. بین الاقوامی ماہرین (صحافی، سفارت کار، معیشت دان، پالیسی ساز وغیرہ) کے سماجی رویے اور تعلقات (سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

۷۹. پاکستان میں اقلیات کے حقوق و فرائض؛ میثاق مدینہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

۸۰. عدل اجتماعی کے فروغ میں ممکنہ عملی صورتیں، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مطالعہ

۸۱. بچوں کے حقوق کا عالمی معاہدہ (CRC) سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ

۸۲. خواتین کے حقوق کا عالمی معاہدہ (CEDAW) فقہ السیرہ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ

۸۳. غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

۸۴. اقلیات کے ساتھ تعلقات سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

۸۵. حل تنازعات کے اسالیب سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

۸۶. بین المذاہب چیلنجز پاکستان میں اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل

۸۷. پاکستان میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کے سماجی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی مسائل کی نشان دہی اور سیرت طیبہؐ کی روشنی میں ان کا حل

۸۸. پاکستانی شناخت کا بحران: تشریح و تشکیل نو کا تجزیاتی مطالعہ

۸۹. تکریم انسانیت سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

۹۰. دین اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض

۹۱. اقلیتوں کے ساتھ سماجی روابط سیرت رسول کی روشنی میں

۹۲. دین اسلام کے معاشی مساوات کے اصول اور سماجی ارتباط میں اس کا کردار

۹۳. اصول سیاست میثاق مدینہ کی روشنی میں

۹۴. اصول دفاع سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

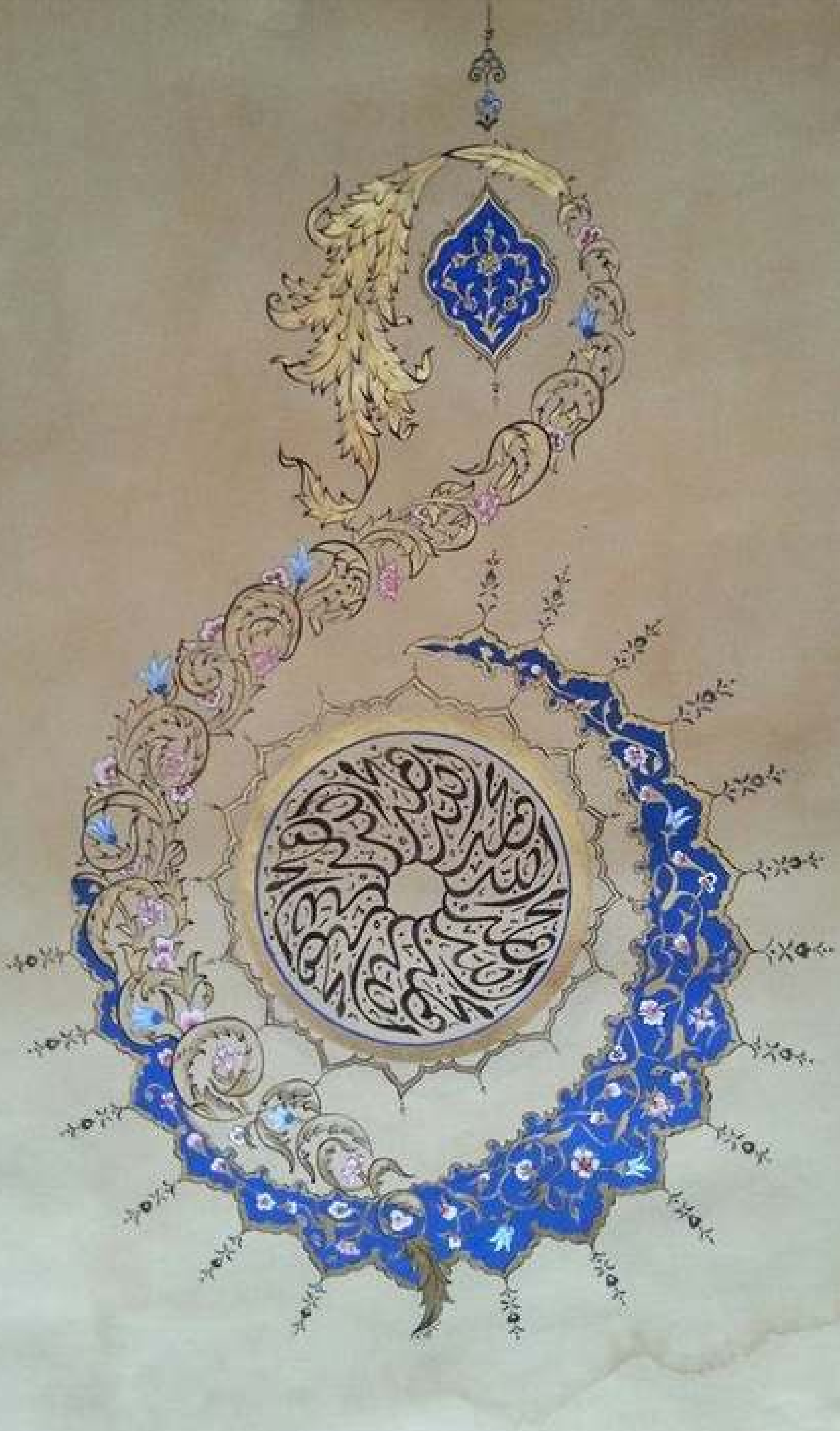

سفارشات و سرگرمیان